كيف اهتديت إلى التوحيد

راہِ ہدایت کیسے ملی؟

بالـلغة الأوردية

راہِ ہدایت

کیسے ملی؟

تالیف

فَضیلَۃ الشّیخ / محمّد بن جَمِیل زَینو

مدرس دار الحدیث الخیریۃ مکہ مکرمہ

مترجم

شمس الحق بن اشفاق اللہ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

زينو، محمد بن جميل

كيف اهتديت إلى التوحيد./ محمد بن جميل زينو؛ شمس الحق ابن اشفق الله.- الرياض، ١٤٢٥هـ

٦٤ ص، ١٢ × ١٧ سم

ردمك: ٨ - ٦ - ٩٥٧٢ - ٩٩٦٠

(النص باللغة الاوردية)

١- زينو، محمد بن جميل ٢- الإسلام - تراجم أ. شمس الحق ابن اشفق الله (مترجم) ب. العنوان

ديوي ٩٢٢,١ ١٤٢٥/٥١٣٤

رقم الإيداع: ١٤٢٥/٥١٣٤

ردمك: ٨ - ٦ - ٩٥٧٢ - ٩٩٦٠

الطبعة الأولى

١٤٢٥هـ - ٢٠٠٤م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحَمدُ لِلّٰہ،وَالصّلاۃوَالسّلام عَلیٰ رَسُولِ اللّٰہِ...أمّا بَعد :

ترکیا کے شہر قونیہ کے ایک طالب علم کا مکتوب مجھے ملا جس کا مضمون یہ تھا:

محمد بن جمیل زینو - مدرس دار الحدیث الخیریۃ مکہ مکرمہ کی جانب......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

استاذ مکرم: میں قونیہ میں کلیۃ الشریعہ کا طالب علم ہوں، آپ کی کتاب (اسلامی عقیدہ) کہیں ادھر اُدھر پڑی مجھے ملی میں نے اس کا ترکی زبان میں ترجمہ کر ڈالا، مگر اس کی طباعت کے لئے آپ کی سوانح عمری درکار ہے، لہذا آنجناب سے گزارش ہے کہ یہ معلومات درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں، آپ کا پیشگی مشکور ہوں۔ سلامتی ہو ہدایت کی اتباع کرنے والے پر(۱)۔

"بلال باروجی"

اسی طرح میرے بعض احباب (طالب علموں) نے بھی مجھ سے مطالبہ کیا کہ

---

(۱) اس لفظ سے مسلمان کو سلام کرنا جائز نہیں، یہ غیر مسلم کے لئے ہے جو ہدایت کی اتباع نہیں کرتا، مسلم شخص سے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" سے سلام کرنا چاہئے۔

اپنی سوانح عمری لکھوں اور وہ مراحل تحریر کروں جن سے بچپن سے لے کر ۷۰ سالہ زندگی تک گذرا ہوں، اور یہ بیان کروں کہ سلف صالح کا صحیح اسلامی عقیدہ جو کتاب وسنت کی صحیح دلیلوں پر مبنی ہے مجھے کیسے ملا، یہ بڑی عظیم نعمت ہے اسے وہی شخص جان سکتا ہے جسے یہ لذت ملی ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے سچ فرمایا: "ذَاقَ طَعمَ الإِيمَانِ مَن رَضِيَ بِاللّٰهِ رَباً، وَبِالإِسلَامِ دِيناً، وَبِمُحمّدٍ رَسُولاً"(1)۔

(جس نے اللہ کو رب، اور اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو اپنا رسول تسلیم کر لیا اس نے ایمان کی چاشنی پالی)۔

امید ہے کہ پڑھنے والا اس واقعہ سے عبرت ونصیحت حاصل کرے گا جو اسے حق وباطل کی تمیز میں فائدہ دے گی، دعا ہے کہ اللہ تعالی اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور اسے اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔

محمد بن جمیل زینو

۱۴۱۵/۱/۱ھ

(۱) مسلم۔

ولادت و پرورش

۱- پاسپورٹ کے مطابق میں شام کے شہر حلب میں ۱۹۲۵م[1] مطابق ۱۳۴۴ھ میں پیدا ہوا، بروقت میری عمر ۳۷ سال ہے، جب میں تقریباً دس سال کا ہوا تو ایک مدرسہ میں داخلہ لیا اور لکھنا پڑھنا سیکھا۔

۲- مدرسہ دار الحفاظ میں نام درج کرایا اور وہاں مسلسل پانچ سال رہ کر قرآن مجید مع تجوید حفظ کر لیا۔

۳- حلب میں ایک مدرسہ جس کا نام (کلیۃ الشریعہ اعدادیہ) ہے اس میں داخلہ لیا، جہاں فی الحال ثانویہ شرعیہ تک تعلیم ہوتی ہے، یہ اسلامی اوقاف کے تابع ہے، اس مدرسہ میں شرعی اور عصری علوم کی تعلیم ہوتی تھی، چنانچہ میں نے اس میں تفسیر، فقہ حنفی، نحو، صرف، تاریخ، حدیث، علوم حدیث نیز دیگر علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کی۔

نیز عصری علوم مثلاً فزیالوجی، کیمسٹری، ریاضیات، فرنسیسی زبان اور دیگر علوم مثلاً الجبرہ جس میں پرانے زمانے میں مسلمانوں کو تفوق حاصل تھا اس کی

---

(۱) بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت سارے ممالک میں میلادی تاریخ کا رواج ہے، صرف سعودی عرب اکیلا ایسا ملک ہے جہاں ہجری تاریخ کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور یہی ضروری ہے کیونکہ یہ اسلامی تاریخ ہے جس سے ہجرت کی طرف اشارہ ہے جس کے ذریعہ اللہ نے اسلام کو عزت بخشی۔

تعلیم حاصل کی۔

اً- اپنی یادداشت کے مطابق علم توحید میں ایک کتاب (الحصون الحمیدیۃ) پڑھی، جس میں توحید ربوبیت پر خصوصی زور تھا، اور یہ کہ اس دنیا کا کوئی خالق اور پالنہار ہے۔ میں بعد میں سمجھ سکا کہ یہ ایک غلطی ہے جس میں بہت سے مسلمان اور مؤلفین، اور بہت سے جامعات ومدارس جس میں علوم شرعیہ کی تعلیم ہوتی ہے پڑے ہوئے ہیں، کیونکہ مشرکین جن سے رسول اکرم ﷺ نے قتال کیا وہ بھی اعتراف کرتے تھے کہ اللہ ہی انہیں پیدا کرنے والا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ الزخرف: ۸۷۔

(اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں)۔

بلکہ شیطان ملعون بھی معترف تھا کہ اللہ تعالی ہی اس کا رب ہے۔

اللہ تعالی اس کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ الحجر: ۳۹۔

(کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تونے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا)۔

ب - البتہ توحید الوہیت جو ایک مسلم کی نجات کے لئے بنیاد ہے تو اسے نہ تو میں نے پڑھا اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ جانا، جس طرح دوسرے مدارس وجامعات کہ نہ تو وہاں اس کی تعلیم ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں طلبہ کچھ جانتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالی نے اسی کی طرف دعوت دینے کا تمام رسولوں کو حکم دیا، اور آخری نبی جناب محمد ﷺ نے بھی اپنی قوم کو اسی کی دعوت دی، جس کا انہوں نے انکار کیا اور تکبر کیا جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے متعلق خبر دی ہے: ﴿إِنَّهُم كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُم لا إِلَهَ إِلا اللّهُ يَستَكبِرُونَ﴾ الصافات: ۳۵ ۔

(یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہں تو یہ سرکشی کرتے تھے)۔

کیونکہ عرب کے مشرکین اس کا معنی جانتے تھے، اور یہ بھی کہ اس کا اقرار کرنے والے کے لئے غیر اللہ کو پکارنا جائز نہیں، بعض مسلمان زبانی طور پر اس کا اقرار کرتے ہیں اور غیر اللہ کو پکار کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

ج - باقی رہی توحید اسماء وصفات، تو مدرسہ میں صفات والی آیات کی تاویل کی جاتی تھی جس طرح اکثر اسلامی ممالک کے اندر مدرسوں میں تاویل کی جاتی ہے جو نہایت افسوسناک ہے۔

مجھے یاد ہے کہ وہاں کا مدرس اللہ تعالی کے فرمان ﴿الرَّحمَنُ عَلَى العَرشِ استَوَى﴾ میں ''استوی'' کا معنی ''استولی'' سے کرتا تھا یعنی غالب و قابض ہوا۔ اور بطور دلیل شاعر کا یہ قول پیش کرتا تھا:

قَدِاستَوَى بِشرٌعَلَى العِرَاقِ مِن غَيرِسَيفٍ وَدَمٍ مُهرَاقِ

(بشر عراق پر بغیر تلوار اور قتل و خونریزی کے قابض ہو گیا)۔

ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس شعر کا کہنے والا مجہول ہے۔

دوسروں نے کہا کہ وہ نصرانی تھا۔

کلمہ ''استوی'' کی تفسیر بخاری شریف میں اللہ تعالی کے فرمان ﴿ثُمّ استَوَى إِلَى السّمَاءِ﴾ کی تفسیر میں مذکور ہے۔

مجاہد اور ابو العالیہ نے کہا کہ ''استوی'' کا معنی ''عَلَاوَارتَفَعَ'' یعنی بلند ہوا[1]۔

تو کیا کسی مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ بخاری شریف میں تابعین کے مذکور اقوال کو ترک کر کے کسی مجہول شاعر کے قول سے استدلال کرے؟ یہ فاسد تاویل جو اللہ تعالی کے عرش پر بلند ہونے کی منکر ہے یہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ کے عقیدہ کے خلاف بھی ہے، چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا مذہب یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں ان کا قول ہے: (جس نے کہا کہ مجھے

(۱) دیکھئے: صحیح بخاری / کتاب التوحید ج ۸ / ۱۷۵۔

نہیں معلوم کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں تو اس نے کفر کیا!! کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿الرَّحمَنُ عَلَى العَرشِ استَوَى﴾۔

اور اس کا عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہے)[1]۔

۴- ۱۹۴۸ء میں مدرسہ سے مجھے انٹر میڈیٹ کی سرٹیفکیٹ ملی، اور ازہر بھیجی جانے والی ٹیم کے کمپٹیشن میں کامیاب ہوا، مگر اپنی صحت کے پیش نظر وہاں نہیں جاسکا اور شہر حلب کے دار المعلمین میں داخل ہو گیا اور تقریباً ۲۹/ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتا رہا پھر تدریس ترک کر دیا۔

۵- تدریس سے مستعفی ہونے کے بعد ۱۳۹۹ھ میں مکہ مکرمہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے آیا اور سماحۃ الشیخ / عبد العزیز بن باز سے متعارف ہوا، یہ جاننے کے بعد کہ میں عقیدتاً سلفی ہوں شیخ نے حرم مکی میں حج کے اوقات میں تدریس کے لئے میری تعیین فرمادی، اور جب حج کا موسم ختم ہو گیا تو دعوت و تبلیغ کے لئے مجھے اردن بھیج دیا، چنانچہ وہاں میں شہر "رمثا" کی صلاح الدین نامی جامع مسجد میں ٹھہرا، میں امامت و خطابت اور تدریس قرآن کے فرائض انجام دیتا رہا، اور ابتدائی مدارس کی زیارت بھی کرتا رہا اور طلبہ کی عقیدۂ توحید کی رہنمائی کرتا رہا جسے وہ بحسن وخوبی قبول کرتے تھے۔

---

(۱) دیکھئے: "شرح العقیدۃ الطحاویۃ" ۳۲۲۔

۶-رمضان ۱۴۰۰ھ میں دوبارہ عمرہ کی غرض سے مکہ حاضر ہوا، اور حج کے بعد تک وہاں ٹھہرا رہا، دار الحدیث الخیریۃ کے ایک طالب علم سے میرا تعارف ہوا، وہاں مدرسین کی حاجت تھی (خصوصاً علوم حدیث کی تدریس کے لئے) اس نے مجھ سے اپنے یہاں تدریس کی پیش کش کی، میں نے اس کے مدیر سے رابطہ قائم کیا، انہوں نے بھی اپنی رغبت ظاہر کی اور سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز -رحمہ اللہ- سے آرڈر کروانے کا مطالبہ کیا، چنانچہ شیخ نے مدیر کو لکھا کہ بطور مدرس میری تقرری کر لیں، اس کے بعد میں مدرسہ میں آ گیا اور بچوں کو تفسیر، توحید، قرآن وغیرہ پڑھانے لگا۔

میں نقشبندی تھا

بچپن ہی سے میں ذکر واذکار کی محفلوں اور مساجد کے دروس میں حاضر ہوتا تھا، طریقۂ نقشبندیہ کے عالم نے مجھے دیکھا اور مسجد کے ایک گوشہ میں لے گیا اور نقشبندی طریقہ کے وظائف مجھے سکھانے لگا، مگر کم سنی کی وجہ سے مطلوبہ وظائف میں صحیح ڈھنگ سے ادا نہ کر سکا البتہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خانقاہ کی ان مجلسوں میں حاضر ہوتا تھا، اور ان کے اشعار و قصیدے سنتا تھا، ان اشعار میں جب شیخ کا نام آتا تو بہت زور سے آواز بلند کرتے، رات کے وقت یہ بھیانک آواز مجھے پریشان کرتی اور میرے لئے خوف ودہشت اور مرض کا سبب بنتی، جب میں تھوڑا بڑا ہوا تو میرا ایک رشتہ دار مجھے محلّہ کی مسجد میں (خاتمہ) کی مجلس میں شرکت کے لئے لے جانے لگا، ہم حلقہ کی شکل میں بیٹھتے تھے، ایک شیخ ہمیں کنکریاں دیتا اور کہتا: (فاتحہ شریف، اخلاص شریف) پڑھو پس ہم فاتحہ، اخلاص، استغفار، نبی ﷺ پر درود وسلام (جو ان کے یہاں مروج ہے) کنکریوں کی تعداد کے مطابق پڑھتے تھے، اس میں سے مجھے بعض چیزیں یاد ہیں: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد عَدَدَ الدَّوَابِ" (اے اللہ تو محمد ﷺ پر رحمت وسلامتی نازل فرما جانوروں کی تعداد کے برابر)، اسے وظائف کے آخر میں بلند آواز سے کہتے تھے، اس کے

بعد (خاتمہ) کی مجلس کا شیخ کہتا (رابطہ شریفہ) رکھو، اس سے مقصود ہو تاکہ ذکر واذکار کے وقت شیخ کا بھی تصور کریں کیونکہ (ان کے گمان کے مطابق) شیخ انہیں اللہ کے ساتھ ملادیتا ہے، تو وہ کچھ چیزیں خفیہ طور پر ہلکی آواز میں اور پھر بلند آواز میں کہتے، ان پر خشوع طاری ہو جاتا یہاں تک کہ میں نے بعض لوگوں کو جوش میں آکر کافی بلندی سے حاضرین پر چھلانگ لگاتا دیکھا، گویا وہ پہلوان ہے، ان کے اس تصرف اور شیخ طریقت کے ذکر کے وقت چیخنے پر میں حیران رہتا، ایک بار میں اپنے اس رشتہ دار کے گھر گیا، تو نقشبندی طریقہ کے پیروکاروں کے کچھ اشعار سنے وہ کہہ رہے تھے:

دُلّونِي بِاللّهِ دُلّونِي   عَلَى شَيخِ النَّصرِ دُلُّونِي

اللّي يُبرِي العَلِيل   وَيَشفِي المَجنُونَا !!

خدا کے واسطے میری رہنمائی کرو - شیخ النصر کی طرف میری رہنمائی کرو

جو مریضوں کو شفا دیتے ہیں - اور پاگلوں کو شفا اور عقل بخشتے ہیں!!

میں اندر نہیں گیا بلکہ دروازہ ہی پر کھڑا رہا، اور مکان مالک سے کہا:

کیا شیخ مریضوں اور پاگلوں کو شفا دیتے ہیں؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔

میں نے کہا: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جو رسول تھے اللہ نے انہیں مُردوں کو

زندہ کرنے اور مجذوم کو شفادینے کا معجزہ عطا کیا تھا وہ بھی کہتے تھے "بِإذنِ اللّٰه" اللہ کے حکم سے۔

گھر کے مالک نے مجھ سے کہا: ہمارے شیخ بھی اللہ کے حکم سے ہی کرتے ہیں!

میں نے ان سے کہا: پھر آپ لوگ کیوں نہیں کہتے کہ اللہ کے حکم سے؟!

جبکہ شفادینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَرِضتُ فَهُوَ يَشفِينِ﴾ الشعراء: ۸۰۔

(اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے)۔

سلسلۂ نقشبندیہ پر کچھ ملاحظات

۱- یہ سلسلہ اپنے کچھ لطیف اور سرّی وظائف کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے، ناچ گانے اور تالی وغیرہ بجانے سے بالکل پاک ہے جیسا کہ بہت سے دوسرے معروف سلسلوں میں پایا جاتا ہے۔

۲- اذکار و وظائف کے لئے اجتماع، سب کے لئے کنکریاں تقسیم کرنا، امیر مجلس خاتمہ کا انہیں ان چیزوں کے کرنے کا حکم دینا، کنکریوں کا پانی کے گلاس میں رکھ کر اس کا پانی پینا اور شفا کی امید لگانا یہ سب ایسی بدعات ہیں جن کی مشہور صحابی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تردید کی تھی، واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک جماعت کو حلقہ کی شکل میں دیکھا ان کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں، ان میں ایک شخص کہتا: اس طرح تسبیح بیان کرو، اپنے ہاتھ کی کنکریوں کی تعداد کے مطابق ایسا کرو۔

تو عبد اللہ بن مسعود نے انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا: "یہ تم کیا کر رہے ہو؟
لوگوں نے کہا: ابو عبد الرحمٰن یہ کنکریاں ہیں اس سے ہم تکبیر و تہلیل اور تسبیح بیان کرتے ہیں۔

فرمایا: اپنے گناہوں کو شمار کرو، میں ضمانت لیتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی ضائع

نہیں ہو گی، تمہاری بربادی ہو، اے امت محمد یہ! کتنی جلدی تمہاری تباہی آگئی؟ تمہارے نبی پاک کے صحابہ ابھی تمہارے درمیان کثرت سے موجود ہیں، اور یہ آپ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور برتن بھی نہیں ٹوٹے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کیا تمہارا طریقہ طریقۂ محمدی سے افضل ہے کیا تم ضلالت وگمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو؟!

اور یہ ایک صحیح منطقی مسئلہ ہے، کہ یا تو یہ لوگ رسول اکرم ﷺ سے زیادہ ہدایت یافتہ تھے کیونکہ انہیں ایک ایسا عمل ملا جہاں تک نبی ﷺ کی معلومات نہ تھی، یا پھر گمراہی میں ہیں، اور احتمال اول قطعی طور پر باطل ہے کیونکہ نبی ﷺ سے افضل کوئی بھی نہیں ہے، لہذا دوسری صورت ہی لازم آتی ہے کہ وہ بدعت وگمراہی میں ہیں۔

۳- رابطہ شریفہ: اس سے مقصود ہوتا تھا کہ ذکر واذکار کے دوران شیخ کی شکل اپنے تصور میں اس طرح رکھیں گویا انہیں دیکھ رہے ہیں، اور وہ ان کی نگرانی کر رہے ہیں، اسی لئے آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ خشوع کا اظہار کرتے ہوئے ناپسندیدہ اور غیر واضح آواز میں چیختے ہیں، اصل میں یہی احسان کا درجہ ہے جو رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی سے واضح ہے: "الإِحسَانُ أَن تَعبُدَ اللّٰہ

كَأَنّكَ تَرَاهُ، فَإِن لَم تَكُن تَرَاهُ فَإِنّهُ يَرَاكَ"(۱)۔

(احسان یہ ہے کہ آپ اللہ کی اس طرح عبادت کریں گویا آپ اسے دیکھ رہے ہیں، اگر یہ تصور نہیں کر سکتے تو اتنا تو خیال ہی رکھیں کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ ہماری رہنمائی کر رہے ہیں کہ ہم اللہ کی عبادت اس طرح سے کریں گویا اسے دیکھ رہے ہیں، اور اگر ہم اسے نہیں دیکھتے تو وہ ہمیں دیکھ رہا ہے، یہ احسان کا درجہ صرف اللہ کے لئے ہے جسے ان لوگوں نے اپنے شیخ کو دے دیا ہے اور یہ شرک ہے جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿وَاعبُدُوا اللّهَ وَلا تُشرِكُوا بِهِ شَيئاً﴾ النساء:٣٦۔

(اور اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو)۔

لہذا ذکر بھی اللہ تعالی کی عبادت ہے اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنا جائز نہیں، خواہ کوئی فرشتہ ہو یا رسول اور مشائخ کا درجہ تو بہر حال ان سے کمتر ہے پھر انہیں شریک کرنا بدرجہ اولی جائز نہیں! اور حقیقت یہ ہے کہ ذکر واذکار میں شیخ کا تصور سلسلۂ شاذلیہ اور دیگر صوفیہ کے سلاسل میں پایا جاتا ہے جیسا

---

(۱) مسلم۔

کہ عنقریب آئے گا۔

۴- شیخ کے ذکر کے وقت ان کا چیخنا یا غیر اللہ (مثلاً اہل بیت یا اولیاء اللہ) سے مدد طلب کرنا منکرات میں سے ہے بلکہ شرک ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے، تو جب اللہ کے ذکر کے وقت چیخنا منکر ہے کیونکہ اللہ تعالی کے اس فرمان کے مخالف ہے، ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّه وَجِلَتْ قُلُوبُهُم﴾ الأنفال: ۲۔

(بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں)۔

نیز رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "أَيُّهَا النَّاسُ اربَعُوا عَلَى أَنفُسِكُم، فَإِنَّكُم لا تَدعُونَ أَصَمَ وَلا غَائِباً، إِنَّكُم تَدعُونَ سَمِيعاً قَرِيباً وَهُوَ مَعَكُم"(۱)

(اے لوگو! اپنے اوپر رحم کھاؤ، تم کسی بہرے اور غائب ذات کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ ایسی ہستی کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے)۔

تو معلوم ہوا کہ اولیاء کے ذکر کے وقت آواز بلند کرنا، خشوع پیدا کرنا اور رونا سخت ترین منکر ہے کیونکہ یہ اس طریقہ پر دلالت کرتا ہے جس کی اللہ نے

---

(۱) بخاری، مسلم۔

مشرکین کے متعلق حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحدَهُ اشمَأَزّت قُلوبُ الّذِينَ لا يُؤمِنُونَ بِالآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الّذِينَ مِن دُونِه إِذَا هُم يَستَبشِرُونَ﴾ الزمر: ٤٥۔

(جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اور کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں)۔

۵- سلسلۂ نقشبندیہ میں شیخ کی شان میں غلو ہوتا ہے، ان کا اعتقاد ہے کہ وہ بیماروں کو شفا دیتے ہیں، جبکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ابراہیم علیہ السلام کا قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَإِذَا مَرِضتُ فَهُوَ يَشفِينِ﴾ الشعراء: ۸۰۔

(اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے)۔

اور اس مومن لڑکے کا واقعہ جو مریضوں کو دعا کرتا تھا پس اللہ تعالی شفا دیتا تھا، جب اس سے بادشاہ کے ہمنشین نے کہا: ''اگر تم نے مجھے شفا دیدی تو تمہارے لئے یہ سارا مال ہوگا!'' لڑکے نے جواب دیا: ''میں کسی کو شفا نہیں دیتا ہوں صرف اللہ شفا دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا دے گا''۔

۶- صرف لفظ (اللہ) سے ان کا ذکر کرنا اور اسے ہزاروں بار دہرانا یہی ان کا خاص

وظیفہ ہے، جبکہ صرف لفظ (اللہ) سے ذکر کرنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ وتابعین سے اور نہ ہی ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے، بلکہ یہ صوفیہ کی بدعت ہے، کیونکہ لفظ (اللہ) مبتدا ہے، اس کے بعد خبر نہ آنے کی وجہ سے کلام ناقص رہ جاتا ہے، اگر کوئی آدمی (عمر) کا نام بار بار دہرائے، تو ہم کہیں گے کہ تم عمر سے کیا چاہتے ہو؟ اور جواباً وہ (عمر - عمر) ہی کہے تو ہم اسے پاگل کہیں گے، کچھ نہیں معلوم کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟

مفرد ذکر پر صوفیہ اللہ تعالی کے فرمان ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ سے دلیل پکڑتے ہیں، اگر یہ ماقبل کا کلام پڑھتے تو جانتے کہ اس کا مقصود: "قُلِ اللّٰهُ أَنزَلَ الكِتَابَ" ہے۔

آیت اس طرح ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ عَلَى بَشَرٍ مِن شَيْءٍ، قُلْ مَنْ أَنزَلَ الكِتَابَ الّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى ...... قُلِ اللّٰهُ﴾ الأنعام: ۹۱۔

(اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر کرنا واجب تھی ویسی قدر نہ کی جب کہ یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی، آپ یہ کہئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسی لائے تھے ...... اے نبی آپ بتادیجئے کہ: اللہ۔

یعنی کہہ دیجئے کہ اللہ نے کتاب نازل فرمایا ہے۔

میں سلسلۂ شاذلیہ کی طرف کیسے منتقل ہوا؟

سلسلۂ شاذلیہ کے ایک شیخ سے میرا تعارف ہوا جو شکل وصورت اور اخلاقی حیثیت سے بہتر تھے، انہوں نے میرے گھر آکر میری زیارت کی اور میں بھی ان کے گھر گیا، مجھے ان کے کلام کی لطافت، ان کی گفتگو، اخلاق اور نوازش پسند آئی اور میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ سلسلۂ شاذلیہ کے وظائف مجھے بھی سکھادیں، چنانچہ انہوں نے اس مذہب کے مخصوص وظائف مجھے بتلائے، ان کی ایک خاص خانقاہ تھی جہاں بعض نوجوان اکٹھا ہوتے تھے، اور نماز جمعہ کے بعد ذکر واذکار کرتے تھے۔

ایک بار میں نے ان کے گھر پر ان سے ملاقات کی، میں نے دیکھا طریقۂ شاذلی کے بہت سارے مشائخ کی تصویریں دیوار پر لگی ہوئی ہیں، میں نے انہیں تصاویر لٹکانے کی ممانعت یاد دلائی، تو حدیث کے واضح ہونے کے باوجود انہوں نے بات نہ مانی، حالانکہ یہ حدیث ان کو بھی معلوم تھی، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "إنّ البَيتَ الّذِي فِيهِ الصُّوَر لاتَدخُلُه المَلائِكَة"[1]۔

(بیشک وہ گھر جس میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے)۔

---

(۱) بخاری، مسلم۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد گرامی: ''نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصُّورِ فِي البَيتِ وَنَهَى الرَّجُلَ أَن يَصنَعَ ذَلِك''[1]۔

(رسول اکرم ﷺ نے گھر میں تصویریں رکھنے اور آدمی کو اسے بنانے سے منع کیا ہے)۔

تقریباً ایک سال بعد مجھے شیخ کی زیارت کی خواہش ہوئی، جب میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے سفر پر تھا، چنانچہ شیخ نے میرے لڑکے اور دوست کے ساتھ مجھے شام کے کھانے پر بلایا، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کہا: کیا تم ان نوجوانوں سے کچھ دینی اشعار سنو گے۔

میں نے کہا: جی ہاں!

انہوں نے پاس بیٹھے ہوئے نوجوانوں کو- جن کے چہروں پر نورانی داڑھی تھی- شعر پڑھنے کا حکم دیا، سب نے ایک آواز ہو کر شعر پڑھنا شروع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے:

(جس نے اللہ کی عبادت جنت کی آرزو یا جہنم کے خوف سے کی تو اس نے بت کی پوجا کی)۔

میں نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک آیت کے اندر انبیاء کی تعریف

---

(۱) اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿إِنَّهُم كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الخَيرَاتِ وَيَدعُونَنَا رَغباً وَرَهباًوَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ الأنبياء: ۹۰۔

(یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے)۔

شیخ نے مجھ سے کہا: یہ قصیدہ جسے یہ لوگ پڑھ رہے ہیں یہ میرے آقا عبدالغنی النابلسی کا ہے!

میں نے کہا: کیا شیخ کا کلام اللہ کے کلام سے فوقیت رکھتا ہے جبکہ وہ اللہ کے کلام کے مخالف بھی ہے ؟!

تو اشعار پڑھنے والوں میں سے ایک شخص نے کہا: میرے آقا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی عبادت جنت کی لالچ میں کرتا ہے وہ تاجر ہے۔

میں نے اس سے کہا: سیدنا علی کا یہ قول تمہیں کس کتاب میں ملا ؟ اور کیا یہ صحیح ہے ؟

پس وہ خاموش ہو گیا۔

میں نے اس سے کہا: کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ قرآن کی مخالفت کریں گے حالانکہ وہ اللہ کے رسول کے صحابہ میں سے ہیں، اور جنت کی بشارت پانے والے لوگوں میں سے ہیں ؟

پھر میں نے ان سے بات جاری رکھتے ہوئے اپنے دوست کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اللہ تعالی مومنوں کی صفات حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ تَتَجَافَى جُنُوبُهُم عَنِ المَضَاجِعِ يَدعُونَ رَبَّهُم خَوفاً وَطَمعاً ﴾

السجدة: ١٦۔

(ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف وامید کے ساتھ پکارتے ہیں)۔

لیکن وہ سب میرے جواب پر مطمئن نہیں ہوئے، میں نے بھی ان سے جدال ترک کر دیا اور اٹھ کر نماز کے لئے مسجد چلا گیا، ان میں سے ایک نوجوان میرے پیچھے آگیا، اور مجھ سے کہنے لگا: ہم آپ کے ساتھ ہیں، اور آپ ہی حق پر ہیں مگر ہم شیخ کی تردید میں بول نہیں سکتے۔

میں نے اس سے پوچھا: تم حق بات کیوں نہیں کہہ سکتے؟

اس نے کہا: اگر ہم بولیں گے تو وہ ہمیں رہائش گاہ سے نکال دیں گے۔

یہ صوفیاء کا ایک اصول ہے، کیونکہ تصوف کے مشائخ اپنے شاگردوں کو ہمیشہ یہ وصیت کرتے ہیں کہ شیخ کتنی بھی غلطی کرے اس پر اعتراض نہ کریں، ان کا بہت مشہور قول ہے: "وہ مرید کامیاب نہیں ہو سکتا جس نے اپنے شیخ سے کہا: کیوں!!؟"۔

وہ رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے تجاہل برتتے ہیں، آپ نے فرمایا: "كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطّاءٌ وَخيرُ الخَطّائِينَ التوّابُونَ"۔

(ہر انسان خطاکار ہے اور خطاکاروں میں سب سے بہتر توبہ کرنے والے ہیں)۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "كُلُّ وَاحِدٍ يُؤخَذُ مِن قَولِه وَيُرَد إِلا الرّسُول ﷺ"۔

(رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے علاوہ ہر آدمی کا قول قبول بھی ہو سکتا ہے اور مردود بھی ہو سکتا ہے)۔

نبی ﷺ پر درود و سلام کی مجلس

ایک مرتبہ دورد و سلام کی مجلس میں حاضر ہونے کے لئے بعض شیوخ کے ساتھ ایک مسجد میں گیا، ہم ذکر واذکار کے حلقہ میں داخل ہوئے، دیکھا کہ وہ لوگ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ناچ رہے ہیں!! گرتے پڑتے ہیں، اٹھتے اور پھر جھکتے ہیں!!اور اللہ، اللہ...... کہتے ہیں!!

حلقہ سے ایک ایک آدمی نکل کر درمیان میں آتا ہے اور اپنے ہاتھ سے حاضرین کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ حرکت و میلان میں نشاط پیدا کریں......!! ہوتے ہوتے میری باری آتی ہے، صدر مجلس نے میری طرف نکلنے کا اشارہ کیا تاکہ میں ان کی حرکت ورقص میں اضافہ کروں، مگر ایک شیخ جو ہمارے ساتھ تھے انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ: وہ کمزور ہے اس لئے اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ میں اس طرح کا کام ناپسند کرتا ہوں، اور صدر نے بھی مجھے بغیر حرکت کے ٹھہرا ہوا دیکھ کر چھوڑ دیا اور حلقہ کے درمیان نکلنے سے معاف کر دیا۔

میں سریلی آوازوں میں قصائد سنتا رہا، مگر یہ شرکیات اور غیر اللہ سے مدد حاصل کرنے سے خالی نہ تھے! میں نے یہ بھی دیکھا کہ عورتیں اونچی جگہوں پر بیٹھی ہیں اور مردوں سے لطف اندوز ہو رہی ہیں ان میں سے ایک نوجوان لڑکی بے

پردہ تھی اس کے بال، پنڈلی، ہاتھ اور گردن سب کھلے ہوئے تھے، میں نے اپنے دل میں اسے بہت برا سمجھا اور مجلس کے اختتام پر صدر مجلس سے کہا: اوپر ایک لڑکی بے پردہ ہے، اگر آپ مسجد میں اسے دوسری عورتوں سے ساتھ پردہ کی نصیحت کرتے تو نیک کام ہوتا۔

اس نے کہا: ہم عورتوں کو نصیحت نہیں کر سکتے اور نہ انہیں کچھ کہہ سکتے ہیں!

میں نے کہا: کیوں؟

اس نے کہا: اگر ہم ان کو نصیحت کریں گے تو پھر ذکر کی مجلسوں میں وہ حاضر ہی نہ ہوں گی!

میں نے اپنے دل میں ''لا حَولَ وَلا قُوّةَ إلا بِاللّهِ'' پڑھتے ہوئے کہا: یہ کون سا ذکر ہے جس میں عورتیں عریاں شریک ہوں اور انہیں کوئی نصیحت نہ کرے؟ کیا رسول اکرم ﷺ یہ پسند کر سکتے تھے جن کا فرمان ہے: ''مَن رَأَی مِنکُم مُنکراً فَلیُغَیرہ بِیَدِہ ، فَإن لَم یَستَطِع فَبِلِسَانِہ ، فَإِن لَم یَستَطِع فَبِقَلبِہ ، وَذَلِكَ أَضعَفُ الإیمَان''۔ مسلم۔

(تم میں سے جو شخص منکر دیکھے اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے، اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے، ایسا نہ کر سکے تو دل سے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے)۔

سلسلۂ قادریہ

سلسلۂ قادریہ کے ایک شیخ نے ہمارے نحو و تفسیر کے استاذ کے ساتھ ہماری دعوت کی، ہم ان کے گھر گئے، شام کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حاضرین کھڑے ہو کر ذکر و اذکار اور اچھل کود کرنے لگے اور جھوم جھوم کر اللہ، اللہ کرنے لگے۔ میں ان کے ساتھ بغیر حرکت کھڑا تھا، پھر کرسی پر بیٹھ گیا یہاں تک کہ پہلا چکر ختم ہو گیا، میں نے دیکھا کہ ان کے اوپر سے پسینہ بہہ رہا ہے، پسینہ صاف کرنے کے لئے ایک رومال لائے، چونکہ آدھی رات ہو چکی تھی اس لئے میں انہیں چھوڑ کر اپنے گھر چلا گیا، دوسرے دن حاضرین مجلس میں سے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی جو ہمارے ساتھ مدرس تھا۔

میں نے اس سے پوچھا: تم لوگ اپنی حالت پر کب تک جمے رہے؟

اس نے جواب دیا: رات دو بجے تک وہاں رہے، پھر اپنے گھر سونے چلے گئے۔

میں نے کہا: نماز فجر کب ادا کی؟

اس نے کہا: ہم وقت پر نہیں ادا کر سکے، بلکہ فوت ہو گئی!!

میں نے اپنے جی میں کہا اس ذکر کے بھی کیا کہنے ہیں جس میں نماز ضائع ہو جائے، مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول یاد آیا جو اللہ کے رسول ﷺ کی صفت بیان

کرتے ہوئے کہتی ہیں: "كَانَ يَنَام أَوّلَ اللّيلِ وَيُحيِي آخِرَه"۔ بخاری، مسلم۔

(آپ ﷺ اول رات میں سوتے تھے اور آخری حصہ میں شب بیداری کرتے)۔

اور یہ صوفیاء حضرات اس کے برخلاف رات کے اول حصہ میں بدعات اور ناچ گانے کے ساتھ شب بیداری کرتے ہیں اور آخری حصہ میں سوکر نماز ضائع کرتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَوَيلٌ لِلمُصَلِّينَ الّذِينَ هُم عَن صَلاتِهِم سَاهُونَ﴾ الماعون: ٤-٥۔

(ان نمازیوں کے لئے افسوس اور ویل ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں)۔

یعنی اس کے وقت سے موخر کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "رَكعتَا الفَجرِ خيرٌ مِنَ الدُّنيا وَمَا فِيهَا" ترمذي۔

(فجر کی دو رکعتیں دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے افضل ہیں)۔

ذکر میں تالی بجانا

میں ایک مسجد میں تھا جس میں نماز جمعہ کے بعد ذکر کی محفل شروع ہوئی، میں بیٹھ کر انہیں دیکھنے لگا، ان کا جوش اور مستی بڑھانے کے لئے ایک آدمی تالیاں بجانے لگا، میں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ حرام ہے مگر اس نے تالی بجانا بند نہیں کیا، جب وہ فارغ ہو گیا تو میں نے اسے پھر نصیحت کی مگر اس نے قبول نہیں کی، ایک مدت بعد پھر میں نے اس سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ تالی بجانا مشرکین کا کام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُم عِندَ البَيتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصدِيَةً﴾ الأنفال: ۳۵۔

(اور ان کی نماز کعبہ کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا)۔

المکاء: سیٹی بجانا۔ التصدیۃ: تالی بجانا۔

اس نے مجھے جواب دیا کہ فلان شیخ نے اسے جائز قرار دیا ہے!

میں نے اپنے دل میں کہا کہ: ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق آتا ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحبَارَهُم وَرُهبَانَهُم أَربَاباً مِن دُونِ اللَّهِ وَالمَسِيحَ ابنَ مَريَمَ﴾ التوبة: ۳۱۔

(ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو)۔

چنانچہ جب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے جو اسلام لانے سے قبل نصرانی تھے یہ آیت سنی تو کہا اے اللہ کے رسول: ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے!

تو نبی ﷺ نے فرمایا: "أَلَيسَ يُحِلّون لَكُم مَا حَرّم اللّهُ فَتُحِلّونه، وَيُحَرّمون مَا أَحَلّ اللّهُ فَتُحَرّمونه؟ قَالَ بَلَى، قَالَ النبي ﷺ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُم" - ترمذي، بيهقي

(کیا ایسی بات نہیں تھی کہ وہ اللہ کی حرام کردہ چیزیں تمہارے لئے حلال کر دیتے تھے پس تم انہیں حلال مان لیتے تھے، اور اللہ تعالی کی حلال کردہ چیزیں حرام کہہ دیتے تو تم انہیں حرام مان لیتے تھے؟ کہا: ہاں ضرور ایسا ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی ان کی عبادت ہے)۔

ایک بار ایک دوسری مسجد میں ذکر میں حاضر ہوا، شعر پڑھنے والا دوران ذکر تالیاں بجاتا تھا، فارغ ہونے کے بعد میں نے اس سے کہا: تمہاری آواز بڑی پیاری ہے، مگر یہ تالی بجانا حرام ہے۔

اس نے کہا: گانے کے نغمے بغیر تالی کے جمتے ہی نہیں ہو! اور اس سے پہلے ایک بڑے شیخ نے مجھے دیکھا مگر انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا!

اس ذکر کے اندر حاضرین کو دیکھا گیا کہ وہ اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں: (اللّه - آه - هِي - هُو - ياهُو!) اس قسم کی تبدیلی اور تحریف حرام ہے جس پر قیامت کے روز ان کا محاسبہ ہوگا۔

لوہے کی سلاخوں سے کھیلنا

ہمارے گھر سے قریب ہی صوفیاء کی ایک خانقاہ تھی، میں ان کا ذکر واذکار دیکھنے وہاں گیا، عشاء کے بعد اشعار پڑھنے والے آئے، سب داڑھی منڈائے ہوئے تھے اور ایک آواز ہو کر کہنے لگے:

هَاتِ كَاسَ الرَّاح　　　　وَاسقِنَا الأَقدَاح

شراب کا پیالہ لاؤ　　　　اور ہمیں جام پلاؤ

یہ شعر بار بار دہراتے ہوئے لچک رہے تھے، ان کا صدر اکیلے یہ شعر دہراتا پھر اس کے پیچھے دوسرے لوگ دہراتے جو گانے بجانے والی جماعتوں کے بالکل مشابہ تھے! مسجد جو نماز اور قرآن کی لئے بنی ہے اس میں شراب کا ذکر کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے نہ تھے، کیونکہ اس شعر میں "الراح" کے معنی شراب کے ہیں اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اور نبی ﷺ نے حدیث پاک میں شراب حرام قرار دی ہے، پھر زور زور سے دف بجنے لگے، ان میں سے ایک بوڑھا آدمی آگے بڑھا اور اپنی قمیص نکال کر زور زور سے چیخنے لگا (یاجد اہ- اے میرے دادا)! اس کا مقصود اپنے گزرے ہوئے آباء واجداد میں سے کسی کے ذریعہ فریاد کرنا تھا جو رفاعی سلسلہ کا پیروکار رہا ہو، کیونکہ یہ عمل ان کے یہاں مشہور ہے! پھر لوہے کی

ایک سینچی لیکر اپنی کمر کے چمڑے میں داخل کر لیا، اور "ہائے دادا" کی چیخ لگاتا رہا، پھر دوسرا شخص جو فوجی لباس پہنے ہوئے تھا آیا، داڑھی منڈائے ہوئے تھا، شیشہ کا ایک گلاس لیکر اپنے دانتوں سے چبانے لگا!

میں نے اپنی جی میں کہا: یہ اگر واقعی فوجی ہے تو اپنے دانتوں سے گلاس توڑنے کے بجائے یہودیوں سے جاکر کیوں لڑائی نہیں کرتا، یہ ۱۹٦۷م کا واقعہ ہے جب یہود سرزمین عرب کے اکثر حصہ پر قبضہ کئے ہوئے تھے اور عرب فوج شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹ آئی تھی اور لڑائی ناکام ہو چکی تھی یہ فوجی بھی انہیں میں سے تھا مگر کچھ نہیں کر سکا۔

ان تمام کاموں پر چند باتیں غور طلب ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- بعض لوگ اس کام کو کرامت سمجھتے ہیں، وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ شیطانوں کا کام ہے جو ان کے ارد گرد اکٹھا ہو کر گمراہی پر ان کی مدد کرتے ہیں! کیونکہ ان لوگوں نے اپنے باپ دادا سے فریاد کر کے اللہ کے ذکر سے اعراض اور اس کے ساتھ شرک کیا، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿ وَمَن يَعشُ عَن ذِكرِ الرّحمَنِ نُقَيّض لَه شَيطَاناً فَهُو لَه قَرِين ، وَإِنّهُم لَيَصُدّونَهُم عَن السّبِيلِ وَيَحسَبُونَ أَنّهُم مُهتَدُون ﴾ الزخرف: ۳٦-۳۷۔

(اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر

دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے، اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں)۔

اللہ تعالی ان کے لئے شیطانوں کو مسخر کر دیتا ہے تاکہ انہیں مزید گمراہ کریں، ارشاد باری ہے: ﴿ قُل مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمدُد لَهُ الرَّحمَنُ مَداً ﴾ مریم: ۷۵۔

(کہہ دیجئے کہ جو گمراہی میں ہوتا ہے رحمٰن اس کو خوب لمبی مہلت دیتا ہے)۔

۲- اس میں کوئی تعجب نہیں کہ شیطان ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں یہ قدرت حاصل ہو جاتی، کیونکہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے بعض لشکریوں کو ملکۂ بلقیس کا تخت لانے کا حکم دیا تھا ﴿قَالَ عِفرِيتٌ مِنَ الجِنّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبلَ أَن تَقُومَ مِن مَقَامِكَ﴾ النمل: ۳۹۔

(ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں)۔

اور جن لوگوں نے ہندوستان کا سفر کیا ہے مثلاً ابن بطوطہ وغیرہ انہوں نے مجوس کے یہاں اس سے بھی بڑھ کر چیزیں دیکھی ہیں!

۳- یہاں معاملہ کرامت اور ولایت کا نہیں ہے، بلکہ لوہے کے چھڑوں سے کھیلنا شیاطین کا کام ہے جو گانے اور موسیقی وغیرہ کے پاس موجود ہوتے ہیں جو کہ

شیطان کی بانسری ہے، اور اکثر وبیشتر اس طرح کا کام کرنے والے لوگ اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں، بلکہ کھلم کھلا اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، تو یہ اولیاء اور اصحاب کرامات کیسے ہوں گے ؟! جبکہ اللہ تعالی فرماتا ہے:
﴿أَلا إِنَّ أَولِيَاءَ اللّهِ لا خَوفٌ عَلَيهِم وَلا هُم يَحزَنُونَ ☆ الّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتّقُونَ﴾ یونس: ٦٢۔
(یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور برائیوں سے پرہیز رکھتے ہیں)۔
تو ولی وہ پرہیز گار مومن ہے جو شرک و معاصی سے دور رہتا ہے اور خوشحالی و سختی ہر حالت میں اللہ تعالی سے مدد طلب کرتا ہے، کبھی اس کے پاس کرامت آٹومیٹک بغیر مانگے اور بغیر لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کئے آجاتی ہے۔

۴ - شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس قسم کے لوگوں کے کرتوتوں کے متعلق ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: تلاوت قرآن اور نماز کے وقت یہ افعال ان سے سرزد نہیں ہوتے، کیونکہ یہ ایمانی وشرعی عبادات ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق ہیں اور شیطانوں کو دور بھگاتی ہیں ...... اور ان کی عبادتیں شرک وبدعات پر قائم ہیں، شیطانی و فلسفی طرز پر ہیں وہ شیطانوں کو جمع

کرتی ہیں۔

۵- ان شعبدہ بازوں سے جو لوہے کے چھڑوں سے خود کو مار رہے تھے ایک سلفی آدمی نے مطالبہ کیا کہ اپنی آنکھ میں ایک (پن) سوئی داخل کر لے، تو وہ ڈر کے مارے ہمت نہ کر سکا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے چمڑوں میں لوہے کی جو سلاخ داخل کر رہے تھے وہ کوئی مخصوص سلاخ ہوتی ہے، اور وہ لوگ جو اس قسم کا کام کرتے تھے پھر توبہ کرنے کے بعد اس خون کی حقیقت بیان کی جس کو بعد میں جا کر دھو لیتے تھے۔

٦- ایک سچے مسلمان نے مجھ سے بیان کیا جس نے اپنی آنکھوں سے ایک فوجی کو لوہے کی سلاخ سے مارتے ہوئے دیکھا تھا، اور سلاخ کی جگہ سے خون بہ رہا تھا، جب اسے اسکے کمانڈر کے پاس لے گئے اس نے کہا کہ: ہم تمہارے پیر پر بارود سے مارتے ہیں اگر تم سچے ہو تو صبر کرو اور برداشت کر کے دکھاؤ، مگر جب اس پر چوٹ نے اثر کیا تو رونے، چلانے اور واویلا کرنے لگا، اور دہائی دینے لگا، چوٹ برداشت نہ کر سکا، دوسرے فوجی اس پر ہنسنے اور اس کا مذاق اڑانے لگے!!

خلاصہ

لوہے کی سلاخوں سے مارنا نہ رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین سے، اگر اس میں بھلائی ہوتی تو وہ ہم سے سبقت لے جاتے، یہ بعد کے بدعتیوں کی ایجاد ہے جو شیطانوں سے مدد طلب کرتے اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں اس طرح کی بدعت سے ڈرایا ہے جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: "**إِيّاكُم وَمُحدَثَاتِ الأُمُور، فَإِنّ كُل مُحدَثَة بِدعَة، وَكُلّ بِدعَةٍ ضَلَالَة، وَكُلّ ضَلَالَةٍ فِي النّارِ**"۔

(نئی چیزوں سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے)۔

ان بدعتیوں کے کارنامے رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے ذریعہ مردود ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "**مَن عَمِلَ عَمَلاً لَيسَ عَلَيهِ أَمرُنَا فَهُوَ رَدٌّ**" مسلم۔

(جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے طریقہ پر نہیں تو وہ مردود ہے)۔

یہ بدعتی حضرات مُردوں اور شیطانوں سے مدد طلب کرتے ہیں، حالانکہ یہ شرک ہے جس سے اللہ تعالی نے ہمیں ڈرایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ إِنّه مَن يُشرِكْ بِاللّهِ فَقَد حَرّمَ اللّهُ عَلَيهِ الجَنّةَ ومَأوَاه النّارُ وَمَا لِلظّالِمِين مِن أَنصَارٍ ﴾ المائدة: ٧٢۔

(یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا)۔

نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَن مَاتَ وَهُوَ يَدعُو مِن دُونِ اللّٰه نِداً دَخَلَ النّار" بخاري۔

(جس کی موت اس حالت میں ہوئی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا تھا وہ جہنم میں داخل ہوگا)۔

ند کے معنی: ہمسر اور شریک۔

ان پر اعتقاد رکھنے والا یا ان کی مدد کرنے والا ہر شخص انہیں میں سے ہے۔

سلسلۂ مولویہ

ہمارے شہر میں سلسلۂ مولویہ کی ایک مخصوص خانقاہ تھی، یہ ایک بڑی مسجد تھی جس میں نمازیں ادا کی جاتی تھیں، اس مسجد میں بہت سارے مردے دفنائے ہوئے تھے، اس پر چہار دیواری بنی ہوئی تھی، قبروں پر خوبصورت پتھروں سے قبے بنائے ہوئے تھے، جس پر قرآنی آیتیں، مُردے کا نام اور اشعار لکھے ہوئے تھے، اور یہ لوگ ہر جمعہ یا دیگر مناسبات پر "مجلس" منعقد کرتے تھے، اور اپنے سروں پر خاکی رنگ کی اونی ٹوپی پہنتے، اور ذکر کے وقت بانسری اور بعض دوسرے موسیقی کے آلات بجاتے جس کی آواز دور سے سنائی دیتی، میں نے دیکھا کہ ایک شخص حلقہ کے درمیان کھڑا ہوا ہے، وہ اس جگہ سے بغیر حرکت کئے ناچ رہا ہے، اور میں نے دیکھا کہ اپنے شیخ جلال الدین وغیرہ سے مدد طلب کرتے وقت اپنے سروں کو جھکاتے ہیں۔

۱- امر تعجب یہ ہے کہ بہت سارے مسلم ممالک میں یہود ونصاری کی طرح مسجدوں میں مردوں کو دفناتے ہیں اور یہ مسجد بھی انہی میں سے ایک تھی، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَعَنَ اللّٰهُ اليَهُودَ وَالنّصَارَى اتّخذُوا قُبُورَ أَنبيَائِهِم مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا" بخاري۔

(اللہ تعالی یہود ونصاری پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو

مسجد بنالیا، آپ ان کے کردار سے لوگوں کو ڈرا رہے تھے)۔

قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا، جیسا کہ ارشاد گرامی ہے: "**لاتَجلِسُوا عَلَى القُبُور، ولاتُصَلُّوا إلَيهَا**" مسلم، احمد۔

(قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو)۔

اور قبروں پر تعمیری کام مثلاً تاریخی یادگار، قبے اور دیوار وغیرہ قائم کر کے اس پر لکھنا، اسے چونا کاری کرنا تو اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا فرمان سنئے:

"**نَهَى أَن يُجَصَّص القَبر، وَأَن يُبنَى عَلَيهِ**" مسلم۔

(آپ ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے)۔

ایک دوسری روایت میں ہے: "**نَهَى أَن يُكتَبَ عَلَى القَبرِ شَيء**" ترمذي۔

(آپ ﷺ نے قبر پر کچھ بھی لکھنے سے منع فرمایا ہے)۔

تجصص کے معنی: چونا یا پینٹ وغیرہ سے لیپ کرنا۔

۲- البتہ مسجدوں میں ذکر واذکار کے وقت آلات موسیقی کا استعمال تو یہ متأخرین صوفیہ کی بدعت ہے، جبکہ رسول اکرم ﷺ نے موسیقی حرام قرار دی ہے، ارشاد فرمایا: "**لَيَكُونَنّ مِن أُمّتِي أَقوَامٌ يَستَحِلُّونَ الحِرّ وَالحَرِيرَ وَالخَمرَ وَالمَعَازِفَ**"۔

(میری امت میں ایسی قومیں ہوں گی جو شرمگاہ (زناکاری)، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات حلال کرلیں گی)۔

عید کے دن یا نکاح کے موقع پر عورتوں کے لئے دف بجانا آلات موسیقی سے مستثنیٰ ہے۔

۳- یہ لوگ مسجدوں میں بانسری کے ساتھ ذکر قائم کرنے کے لئے ادھر اُدھر جایا کرتے، شب بیداری کرتے، اور محلّہ والے بدترین سارنگیوں کی آواز سنتے۔

۴- ان میں سے ایک شخص کو میں پہچانتا تھا یہ اپنے لڑکے کو ہیٹ پہناتا تھا جسے کفار پہنتے ہیں، میں نے اسے چپکے سے لیکر پھاڑ دیا، ہیٹ پھاڑنے کی وجہ سے صوفی مجھ سے ناراض ہوگیا اور مجھے ڈانٹا۔

میں نے اس سے کہا کہ تمہارے لڑکے کے اس طرح کا لباس پہننے پر جو کفار پہنتے ہیں مجھے غیرت آگئی بہرحال میں نے اس سے معذرت کی، وہ اپنی آفس میں ایک تختی لگائے ہوئے تھا جس پر لکھا تھا (**اے حضرت مولانا جلال الدین**)۔

میں نے اس سے پوچھا: تم اس شیخ کو کیسے پکارتے ہو جو نہ سنتے ہیں اور نہ تمہارا جواب دے سکتے ہیں؟ وہ میری بات سن کر خاموش ہی رہا۔

یہ سلسلۂ مولویہ کا خلاصہ ہے۔

ایک صوفی شیخ کا عجیب وغریب درس

ایک مرتبہ کسی شیخ کے ساتھ ایک مسجد کے درس میں حاضر ہوا، اس میں بہت سارے اساتذہ و مشائخ حاضر تھے، وہ ابن عجیبہ کی کتاب (الحِکم) پڑھ رہے تھے، درس کا موضوع ''صوفیہ کے نزدیک نفس کی تربیت'' کے متعلق تھا، ایک شخص نے کتاب مذکور میں سے یہ عجیب وغریب قصہ پڑھا:

(ایک صوفی حمام میں غسل کے لئے داخل ہوا، جب یہ صوفی باتھ روم سے نکلا تو وہ رومال جو باتھ روم کے مالک نے غسل کرنے والے کو بدن پوچھنے کے لئے دیا تھا چوری کر لیا، لیکن اس کا ایک کنارہ ظاہر رہنے دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ کر ڈانٹیں اور برا بھلا کہیں، تاکہ اس سے اس کے نفس کی تذلیل ہو اور صوفیہ کے طریقہ پر اس کی تربیت ہو، اور واقعی وہ صوفی باتھ روم سے اسی طرح نکلا، باتھ روم کا مالک اس کے پاس پہنچا، اور رومال کا کنارہ اس کے کپڑے کے نیچے دیکھ کر اسے ڈانٹا اور برا بھلا کہا، سارے لوگ سن رہے تھے اور اس صوفی شیخ کو دیکھ رہے تھے جس نے باتھ روم سے رومال چوری کیا تھا، لوگ اس پر پل پڑے گالی گلوج دینے لگے اور وہ سب کچھ اس کے ساتھ کیا جو چور کے ساتھ کرتے ہیں، اس طرح اس صوفی آدمی کے متعلق غلط تصور لوگوں نے اپنے دل میں بٹھالیا۔

-ایک دوسرے صوفی نے اپنے نفس کی تربیت اور تذلیل کرنا چاہی، تو اپنی

گردن میں اخروٹ سے بھرا ہوا ایک تھیلا باندھا، اور بازار کی طرف نکلا، جب بھی اس کے پاس سے کوئی بچہ گزرتا اس سے کہتا: "میرے چہرے پر تھوکو تمہیں اخروٹ دوں گا"۔ بچہ شیخ کے چہرے پر تھوکتا اور وہ اسے ایک اخروٹ دیتا، اس طرح اخروٹ کی لالچ میں بچوں کا شیخ کے چہرے پر تھوکنا جاری رہا، اور صوفی شیخ خوش تھا۔

یہ قصے سن کر قریب تھا کہ میں غصہ سے پھٹ پڑتا، اور اس فاسد تربیت سے میرا سینہ تنگ ہو گیا مذہب اسلام جس نے انسان کو عزت بخشی ہے اس طرح کے کاموں سے براءت کا اظہار کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَلَقَد كَرَّمنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلنَاهُم فِي البَرِّ وَالبَحرِ ......﴾ الإسراء: ۷۰۔

(یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں)۔

نکلنے کے بعد میں نے اپنے ساتھ کے شیخ سے کہا: تربیت نفس کا یہی صوفی طریقہ ہے! کیا نفس کی تربیت حرام طریقہ پر چوری کرنے سے ہو سکتی ہے جس پر شریعت نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے؟ یا یہ کہ نفس کی تربیت تذلیل اور اعمال خسیسہ کے ارتکاب سے ہو سکتی ہے؟ اسلام اس عمل کا بالکل منکر ہے، اور عقل سلیم بھی اس کی منکر ہے جس کے ذریعہ اللہ نے انسان کو فضیلت بخشی، اور کیا یہی

وہ حکمتیں ہیں جن کی وجہ سے شیخ نے اپنی کتاب کا نام (الحکم لابن عجیبہ) رکھا!!

یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ شیخ جو درس کی صدارت کر رہے تھے ان کے بہت سارے شاگرد اور پیروکار تھے، ایک مرتبہ شیخ نے اعلان کیا کہ وہ حج کا ارادہ کر رہے ہیں، ان کے بہت سارے شاگرد ان کے پاس اپنا نام لکھوانے گئے تاکہ حج میں ان کی رفاقت رہے، یہاں تک کہ عورتوں نے بھی اپنا نام لکھوایا، بلکہ بسا اوقات بعض کو اس کے لئے اپنے زیورات بھی بیچنے کی ضرورت پڑی، اس طرح خواہشمندوں کی بہت بڑی تعداد ہو گئی، اور شیخ کے پاس بہت سارا مال اکٹھا ہو گیا، پھر دوبارہ شیخ نے حج کی عدم استطاعت کا اعلان کیا، مگر کسی کا بھی مال واپس نہیں لوٹایا، بلکہ حرام طریقہ پر کھا گئے!! اللہ رب العزت کا فرمان ان پر صادق آیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيراً مِنَ الأَحبَارِ وَالرُّهبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَموَالَ النَّاسِ بِالبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ......﴾ التوبة: ٣٤۔

(اے ایمان والو! اکثر علماء اور عابد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں)۔

میں نے ان کے بعض پیروکاروں سے جو سرمایہ دار تھے اور شیخ کے ساتھ معاملات کر چکے تھے شیخ کے متعلق کہتے ہوئے سنا: ''سب سے بڑا دجال اور عظیم حیلہ ساز ہے''!!

صوفیہ کے یہاں مسجدوں کا ذکر

۱- محلّہ کی مسجد میں جہاں میری رہائش تھی ایک بار صوفیہ کی مجلسِ ذکر میں حاضر ہونے کا موقع ملا، دوران ذکر حلقہ میں جہاں محلّہ والے اکٹھا تھے ایک خوش گلو آدمی اشعار وقصائد پڑھنے کے لئے آیا، اس صوفی سے جو قصیدہ میں نے سنا اس کی ایک بات مجھے یاد ہے، وہ کہہ رہا تھا: "اے غیب جاننے والو! ہماری مدد کرو، ہمیں بچاؤ، ہماری مدد کرو وغیرہ...... حالانکہ مردوں سے حاجات طلب کرنا اللہ کا کفر ہے، اگر وہ سنیں بھی تو ان کی پکار قبول نہیں کر سکتے، خود اپنے لئے نفع کے مالک نہیں چہ جائیکہ دوسروں کے لئے، قرآن کریم نے انہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالّذِينَ تَدعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَملِكُونَ مِن قِطمِير ، إِن تَدعُوهُم لا يَسمَعُوا دُعَاءَ كُم ، وَلَو سَمِعُوا مَا استَجَابُوا لَكُم ، وَيَومَ القِيَامَةِ يَكفُرُونَ بِشِركِكُم ، وَلا يُنَبّئُكَ مِثلُ خَبِير﴾ فاطر:۱۳-۱۴۔

(جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا خبر دار خبریں نہ دیگا)۔

ذکر سے فارغ ہونے اور وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے شیخ سے جو امام مسجد

تھے اور اس محفل میں شریک تھے کہا: اس ذکر کو ذکر نہیں کہہ سکتے، کیونکہ میں نے اس میں اللہ کا کوئی ذکر نہیں سنا اور نہ ہی اللہ سے حاجت روائی اور کوئی دعا سنی، بلکہ میں نے تو مُردوں سے جو موجود نہیں دعا وپکار سنی، اور رجال غیب کون ہیں جو ہماری مدد کر سکتے ہیں اور مصیبتوں سے نجات دے سکتے ہیں۔ اس پر شیخ خاموش رہ گئے!

ان پر سب سے بڑا رد اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَدعُونَ مِن دُونِهِ لا يَستَطِيعُونَ نَصرَكُم وَلا أَنفُسَهُم يَنصُرُونَ﴾ الأعراف: ۱۹۷۔

(اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں)۔

۲-دوسری مرتبہ ایک دوسری مسجد میں گیا جس میں نمازیوں کی بہت بڑی تعداد تھی، مسجد میں ایک صوفی شیخ تھے جن کے پیروکار بھی تھے، نماز کے بعد ذکر کے لئے کھڑے ہوئے، دوران ذکر یہ لوگ ناچ کود کرنے لگے اور یہ کہتے ہوئے چیخنے لگے (اللہ - آہ - ھی......!!)۔ ایک شعر پڑھنے والا شیخ سے قریب ہوا، اور ان کے سامنے ناچنے اور تھرکنے لگا گویا گانے یا ناچنے والا ہے، وہ اپنے شیخ کے حسن کی تعریف میں اشعار پڑھ رہا تھا، اور شیخ خوشی سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے......!!

صوفیہ کا لوگوں کے ساتھ برتاؤ

۱- میں نے مذکورہ صوفی شیخ کے ایک شاگرد سے حانوت (دوکان) خریدی، اور ان سے یہ شرط رکھی کہ کرایہ دار کے کرایہ کی ادائیگی پر ضمانت لے لیں اس پر وہ راضی ہوگئے، ایک وقفہ کے بعد کرایہ دار نے کرایہ روک لیا، سابق مالک جس سے میں نے خریدا تھا اس کی طرف رجوع کیا، مگر اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ اس کے پاس ادائیگی کے لئے کچھ نہیں ہے، تھوڑے دنوں بعد یہ صوفی اپنے شیخ کے ساتھ حج کے لئے چلا گیا، جس پر مجھے بہت تعجب ہوا، اور اس کا جھوٹ مجھ پر کُھل گیا، پھر میں نے اپنی آپ بیتی اور جو دھوکہ میرے ساتھ اس آدمی نے کیا تھا شیخ کے بعض قریبی شاگردوں سے بیان کیا۔ مگر اس نے بھی کچھ نہیں کیا، بلکہ جواب دیا: ہم اس کا کیا کریں؟ اگر وہ منصف ہوتا تو اسے بلاتا اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا اس سے مطالبہ کرتا۔

میں اس ضامن کے مکان کا چکر لگاتا رہتا تھا، اس کے پاس بننے کا کارخانہ تھا، شیخ کے ایک شاگرد نے مجھے دیکھ لیا جو اشعار پڑھا کرتا تھا اور ناچتے ہوئے شیخ کے سامنے تھرکتا تھا، اس نے سمجھ لیا کہ میں اس کے ساتھی کی تلاش میں ہوں، میں نے اس سے اس کا پتہ معلوم کیا، اور اس کا کرتوت ذکر کیا، تو مجھ

سے انصاف کی بات کرنے کے بجائے الٹا مجھے گالیاں دینے لگا، میں اسے چھوڑ کر چلا آیا اور دل میں کہا یہی صوفیہ کے اخلاق ہیں۔ جس سے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ڈرایا ہے: "أَربَعٌ مَن كُنّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً، وَمَن كَانَت فِيهِ خَصلَةٌ مِنهُنّ كَانَت فِيهِ خَصلَةٌ مِنَ النّفَاق حَتّى يَدَعهَا: إِذَا حَدّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ" بخاری، مسلم۔

(چار صفات جس کے اندر پائی جائیں وہ پکّا منافق ہے، اور جس میں ان میں سے ایک صفت ہوگی اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے: (۱) بات کرے تو جھوٹ بولے، (۲) وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، (۳) عہد و پیمان کرے تو بدعہدی کرے (۴) لڑائی جھگڑا کرے تو گالی گلوج بکے)۔

مجھے توحید کی راہ کیسے ملی؟

میں شیخ کے پاس پڑھ رہا تھا جن سے میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پڑھی، آپ ﷺ نے فرمایا: "إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ" ترمذی۔

(جب کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو)۔

تو امام نووی کی یہ تشریح مجھے بہت پسند آئی، وہ لکھتے ہیں: "پھر اگر کوئی ایسی ضرورت ہو جس کا سوال کرنا چاہتے ہو، اور عام طور پر وہ مخلوق کے ہاتھوں نہ پوری ہوتی ہو، جیسے طلب ہدایت اور علم ...... بیماروں کو شفا دینا، عافیت کا حصول وغیرہ تو اسے اپنے رب سے سوال کرو، کیونکہ مخلوق سے سوال کرنا اور ان پر اعتماد کرنا قابل مذمت اور بری بات ہے"۔

میں نے شیخ سے کہا: یہ حدیث اور اس کی شرح یہ بتلا رہی ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا ناجائز ہے۔

شیخ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ جائز ہے!!

میں نے کہا: آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟

اس پر شیخ ناراض ہو کر یہ کہتے ہوئے چیخ پڑے کہ میری پھوپھی کہتی ہیں: اے شیخ سعد! حالانکہ وہ مسجد میں مدفون ہیں وہ ان سے مدد طلب کرتی ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ پھوپھی! کیا شیخ سعد آپ کو فائدہ پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: کہ میں ان کو پکارتی ہوں تو وہ اللہ کے پاس مداخلت کر کے مجھے شفاد لادیتے ہیں!!

میں نے ان سے کہا: آپ عالم آدمی ہیں، اپنی عمر کتابیں پڑھنے پڑھانے میں گزاردی، پھر اپنا عقیدہ اپنی گنوار پھوپھی سے سیکھتے ہیں! اس پر انہوں نے کہا کہ تم وہابی خیالات کے حامل ہو، تم عمرہ کرنے جاتے ہو اور وہاں سے غیر مقلّدوں کی کتابیں لاتے ہو!!

میں اس وقت وہابیت کے بارے میں صرف وہی جانتا تھا جو مشائخ سے سنتا تھا، وہ لوگ ان کے متعلق کہتے تھے: وہابی حضرات لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں، اولیاء اور ان کی کرامات پر ایمان نہیں رکھتے، نہ ہی رسول اکرم ﷺ سے محبت کرتے ہیں، اسی طرح دیگر جھوٹے اتہامات!

میں نے اپنے جی میں سوچا کہ: اگر وہابی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ مدد صرف اللہ سے طلب کی جائے، اور شفادینے والا صرف اللہ ہے، تو ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہے۔ ان کی جماعت کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ فلاں جگہ جمعرات کی شام کو اکٹھا ہوتے ہیں، اور وہاں تفسیر،

حدیث اور فقہ کا درس ہوتا ہے، میں وہاں اپنے بچوں اور بعض مہذب نوجوانوں کے ساتھ گیا، ایک وسیع کمرہ میں ہم داخل ہوئے اور بیٹھ کر درس کا انتظار کرنے لگے، تھوڑی دیر بعد ایک عمر دراز شیخ اندر آئے، سلام کیا، اور دائیں سے شروع کرتے ہوئے ہم سب سے مصافحہ کیا، پھر ایک کرسی پر بیٹھ گئے، آپ کے لئے کوئی تعظیماً کھڑا نہیں ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شیخ کسقدر خاکسار ہیں جو کھڑا ہونا پسند نہیں کرتے۔

شیخ نے اپنا درس اس خطبہ سے شروع کیا: "إنّ الحَمدَ لِلّٰهِ نَحمَدُه وَنَستَعِينُه وَنَستَغفِرُه ......" وہی مکمل خطبہ جس سے رسول اکرم ﷺ اپنا خطبہ اور درس شروع کرتے تھے، پھر عربی زبان میں بات کرنے لگے، حدیثیں بیان کرتے، اسکی صحت اور راوی کے بارے میں وضاحت کرتے، اور جب بھی رسول اکرم ﷺ کا نام آتا آپ پر درود وسلام پڑھتے، آخر میں پرچوں میں لکھے ہوئے کچھ سوالات پیش کئے گئے، جس کا جواب انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دیا، بعض حاضرین آپ سے مناقشہ کرتے مگر وہ کسی سائل کو نہ روکتے۔ درس کے آخر میں انہوں نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور سلفی ہیں: (یعنی وہ لوگ جو سلف صالح یعنی رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کی اتباع کرتے ہیں)۔

بعض لوگ ہمیں دیگر القاب سے پکارتے ہیں، جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے منع

کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلاتَنَابَزُوابِالأَلقَابِ﴾ الحجرات: ۱۱۔
(کسی کو برے لقب سے نہ پکارو)۔

پرانے زمانے میں لوگوں نے امام شافعی کو بھی رافضیت کا بہتان لگایا جس پر انہوں نے یہ کہتے ہوئے تردید کی:

إن كَانَ رَفضاً حُبّ آلِ مُحَمّد فَلِيَشهَدِ الثقلانِ أَنّي رَافِضِي

اگر محمد ﷺ کے اہل وعیال کی محبت رافضیت ہے تو اس بات میں سارے انسان وجنات گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

ایک صوفی شیخ کے ساتھ مباحثہ

۱۔ جس شیخ کے پاس میں پڑھتا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ میں سلفیوں کے پاس گیا تھا، اور شیخ محمد ناصر الدین البانی کا درس سنا تو سخت غصہ ہوئے کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ میں انہیں چھوڑ کر بدل جاؤں گا!! ایک عرصہ بعد مسجد کا ایک پڑوسی ہمارے پاس آیا تا کہ ہمارے ساتھ مسجد میں مغرب کے بعد کے درس میں شامل ہو، وہ ایک واقعہ بیان کرنے لگا کہ اس نے صوفیہ کے کسی شیخ کے درس میں کہتے ہوئے سنا: کہ ان کے کسی شاگرد کی بیوی کو ولادت میں دشواری ہوئی، تو اس نے ایک چھوٹے شیخ سے فریاد کی (مقصود ان کی اپنی ذات)، چنانچہ اس کے بغیر کسی مشکل کے ولادت ہو گئی!!اس پر ہمارے شیخ جن کے پاس ہم پڑھتے تھے وہ بولے: اس میں کیا حرج ہے؟

اس نے کہا: یہ شرک ہے۔

شیخ نے کہا: خاموش رہو۔ تمہیں شرک کیا معلوم؟ تم لوہار ہو، ہم مشائخ ہیں، ہمارے پاس علم ہے، اور تم سے زیادہ جانتے ہیں!

پھر شیخ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے اور امام نووی کی کتاب ''الأذکار'' لے کر آئے، اور ابن عمر کا واقعہ پڑھنے لگے کہ جب ان کے پیر سُن ہو جاتے تو

کہتے: اے محمد! تو کیا وہ مشرک ہوئے؟

اس آدمی نے ان سے کہا: یہ ضعیف روایت ہے (یعنی صحیح نہیں ہے)۔

اس پر شیخ غصہ سے چیخ پڑے اور بولے: تمہیں صحیح اور ضعیف کی کوئی معلومات نہیں، ہم علماء اسے جانتے ہیں۔

پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولے: اگر یہ آدمی دوبارہ حاضر ہوا تو اسے میں قتل کر دوں گا!

ہم مسجد سے نکل آئے، اس آدمی نے مجھ سے کہا کہ اپنے لڑکے کو اس کے ساتھ کتاب (الأذکار) مع تحقیق شیخ عبد القادر الأرناؤوط لانے کے لئے بھیج دوں، اس نے کتاب لا کر مجھے دی، دیکھا تو قصہ کے متعلق محقق فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے۔

دوسرے دن میرے لڑکے نے شیخ کو کتاب دی تو اسے معلوم ہوا کہ قصہ غیر صحیح ہے، مگر اس نے اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کیا، بلکہ کہا: یہ فضائل اعمال میں سے ہے اور فضائل اعمال میں ضعیف روایتیں لی جاتی ہیں!!

میں کہتا ہوں: اس کا فضائل اعمال سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ شیخ کا خیال ہے، بلکہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہے جس میں ضعیف حدیث لینا جائز نہیں، جبکہ امام مسلم وغیرہ نے فضائل اعمال میں بھی ضعیف حدیثوں کی عدم

قبولیت کا حکم لگایا ہے۔

اور متاخرین جو فضائل اعمال میں ضعیف حدیثوں کی قبولیت کے قائل ہیں وہ بھی چند شرطوں کے ساتھ جن کا ایک ساتھ فراہم ہونا بہت مشکل ہے، اور یہ واقعہ نہ تو کوئی حدیث ہے اور نہ ہی فضائل اعمال میں سے ہے، بلکہ عقیدہ کی بنیاد ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

دوسرے دن ہم درس کے لئے آئے، لیکن شیخ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد نکل گئے اور اپنی عادت کے مطابق درس کے لئے نہیں بیٹھے۔

۲- شیخ نے مجھے اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کی کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مثلاً وسیلہ وغیرہ جائز ہے، اور مجھے کچھ کتابیں دینے لگے، جن میں زاہد کوثری کی کتاب: "محقق التقول في مسألة التوسل" بھی ہے۔

میں نے کتاب پڑھی، دیکھا کہ وہ غیر اللہ سے مدد جائز قرار دیتے ہیں، اور حدیث "وَإِذَا سَأَلتَ فاسأل اللّه، وَإِذا استَعنتَ فاستَعِن بِاللّه" ذکر کرنے کے بعد کوثری کہتے ہیں: "اسکے طرق کمزور ہیں" اس لئے اسے قبول نہیں کیا جائے گا، باوجود اس کے کہ اسے امام نووی نے اپنی کتاب "الأربعين النووية" میں انیس نمبر پر ذکر کیا ہے، امام ترمذی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس پر (حسن صحیح) کا حکم لگایا ہے، امام نووی اور دیگر علماء نے بھی اسے

قبول کیا ہے، کوثری کے اس حدیث کے انکار کرنے پر مجھے تعجب ہوا، اس لئے کہ یہ انکے عقیدہ کے مخالف ہے، اس واقعہ سے ان کے اوپر اور ان کے عقیدہ کے متعلق میرا غصہ اور بڑھ گیا، اور سلفیوں اور ان کے عقیدہ کے متعلق میری محبت میں اضافہ ہوگیا جو حدیث مذکور کی بنیاد پر غیر اللہ سے مدد طلب کرنا ناجائز سمجھتے ہیں، نیز اللہ کے اس فرمان کی بناء پر بھی: ﴿وَلا تَدعُ مِن دُونِ اللّهِ مَا لا يَنفَعُكَ وَلا يَضُرّكَ ، فَإن فَعَلتَ فَإنّكَ إذًا مِنَ الظّالِمِينَ ﴾

یونس:۱۰٦۔

(اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہوجاؤ گے)۔

نیز نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "الدّعَاءُ هُو العِبَادَة" ترمذی۔

(دعا ہی عبادت ہے)۔

۳- جب میرے شیخ نے دیکھا کہ میں ان کی دی ہوئی کتابوں سے مطمئن نہیں ہوا تو مجھے چھوڑ دیا اور میرے متعلق مشہور کرنا شروع کردیا کہ یہ غیر مقلد ہے اس سے بچو، میں نے اپنے جی میں کہا کہ ہمارے آقا محمد ﷺ کے متعلق بھی لوگوں نے جادوگر اور دیوانہ کہا تھا، اور امام شافعی کو بھی لوگوں نے رافضی کہا

تھا جس کے جواب میں انہوں نے درج ذیل شعر کہا:

إن كَانَ رَفضاً حُبّ آلِ مُحَمّد فَلِيَشهَدِ الثّقلانِ أَنّي رَافِضِي

اگر محمد ﷺ کے اہل وعیال کی محبت رافضیت ہے تو اس بات میں سارے انسان وجنات گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

میں اللہ کا شکر گزار ہوں جس نے توحید اور عقیدۂ سلف صالح کی طرف میری رہنمائی کی، اور میں توحید کی دعوت دینے لگا اور لوگوں کے درمیان اس کا پرچار بھی کرنے لگا، نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے جنھوں نے توحید کی دعوت مکہ مکرمہ میں شروع کی اور ۱۳/ سال تک دی، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ تکلیفیں برداشت کی، یہاں تک کہ توحید پھیل گئی، اور اللہ کے فضل وکرم سے توحید کی حکومت قائم ہوگئی۔

توحید کے متعلق مشائخ صوفیہ کا موقف

۱-ایک مرتبہ میں ایک بڑے شیخ کے پاس گیا جن کے بہت سارے شاگرد اور پیروکار تھے، وہ ایک بڑی مسجد کے امام وخطیب تھے، ان کے ساتھ میں دعا کے متعلق بات کرنے لگا، میں نے کہا کہ یہ عبادت ہے جو صرف اللہ کے لئے جائز ہے، اور بطور دلیل قرآن کریم سے اللہ تعالی کا یہ فرمان ذکر کیا:

﴿قُلِ ادعُوا الّذِينَ زَعَمتُم مِن دُونِه فَلا يَملِكُونَ كَشفَ الضُرّ عَنكُم وَلا تَحوِيلاً ☆ أُولَئِكَ الّذِينَ يَدعُونَ يَبتَغُونَ إِلَى رَبِّهِم الوَسِيلَةَ أَيّهُم أَقرَب وَيَرجُونَ رَحمَتَه وَيَخافُونَ عَذَابَه إِنّ عَذَابَ رَبّكَ كَانَ مَحذُوراً﴾

الإسراء:٥٦-٥٧۔

(کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کرسکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں، بات بھی یہی ہے کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے)۔

اللہ تعالی کے فرمان ﴿أُولَئِكَ الّذِينَ يَدعُونَ......﴾ سے کیا مراد ہے؟
انہوں نے کہا بت مراد ہیں۔ میں نے کہا نہیں بلکہ اولیاء اور صلحاء مراد ہیں۔
انہوں نے کہا کہ: تفسیر ابن کثیر دیکھتے ہیں، اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنے مکتبہ سے تفسیر ابن کثیر نکالا، دیکھا کہ مفسر بہت سارے اقوال ذکر کر رہے ہیں، صحیح ترین قول امام بخاری کی روایت ہے جس میں ہے کہ: "کچھ جناتوں کی عبادت کی جاتی تھی پھر وہ اسلام لے آئے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: "بعض انسان بعض جناتوں کی پوجا کرتے تھے، پس جنات اسلام لے آئے اور یہ انسان اپنے اسی شرکیہ دین پر جمے رہے"۔
شیخ نے مجھ سے کہا: تم ہی حق پر ہو۔ میں شیخ کے اس اعتراف پر بہت خوش ہوا، اور میں ان کے پاس برابر جانے لگا ان کے ساتھ بیٹھتا، ایک بار میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک میں نے حاضرین سے ان کو کہتے ہوئے سنا: "وہابی آدھا کافر ہوتے ہیں، کیونکہ وہ روحوں پر ایمان نہیں رکھتے"۔
میں نے اپنے دل میں سوچا کہ شیخ مرتد ہوگئے، اپنے منصب کا انہیں خطرہ لاحق ہوا جس کی وجہ سے وہابیت پر یہ بہتان لگایا ہے، روحوں پر ایمان کے وہابی منکر نہیں ہیں، کیونکہ یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، البتہ وہ روحوں کے تصرف کے منکر ہیں، مثلاً فریاد کرنے والے کی فریاد قبول کرنا، زندوں

کی مدد کرنا اور انہیں نفع و نقصان پہنچانا، کیونکہ یہ شرک اکبر ہے جسے قرآن نے مُردوں کے متعلق یوں بیان کیا ہے: ﴿ وَالَّذِينَ تَدعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَملِكُونَ مِن قِطمِيرٍ ، إِن تَدعُوهُم لا يَسمَعُوا دُعَاءَكُم ، وَلَو سَمِعُوا مَا استَجَابُوا لَكُم ، وَيَومَ القِيَامَة يَكفُرُونَ بِشِركِكُم وَلا يُنَبِّئُكَ مِثلُ خَبِيرٍ ﴾ فاطر: ١٤۔

(جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا خبردار خبریں نہ دے گا)۔

یہ آیت بصراحت دلالت کرتی ہے کہ مردے کسی چیز کے مالک نہیں، اور نہ ہی وہ دوسروں کی پکار سنتے ہیں، بفرض محال سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے، اور قیامت کے دن اس شرک کا انکار کریں گے جس کی قرآن نے صراحت کی ہے: ﴿وَيَومَ القِيَامَةِ يَكفُرُونَ بِشِركِكُم﴾ فاطر: ١٤۔

٢- نماز فجر کے بعد محلّہ کی مسجد میں میں بعض مشائخ کے ساتھ قرآن پڑھ رہا تھا، سب کے سب قرآن کے حافظ تھے، دوران تلاوت اللہ کے اس فرمان سے

ہم گزرے: ﴿قُل لا يَعلَمُ مَن فِي السّمَاوَاتِ وَالأَرضِ الغَيبَ إِلا اللّهُ﴾ النمل: ٦٥۔

(کہہ دیجئے کہ آسمانوں وزمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا)۔

میں نے ان سے کہا کہ یہ آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اللہ کے سوا غیب کوئی نہیں جانتا۔ وہ سب مجھ پر اکھڑ گئے اور بولے: اولیاء غیب جانتے ہیں!!

میں نے کہا: تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟

اس پر ہر ایک نے کسی سے سنا ہوا قصہ بیان کرنا شروع کر دیا، کہ فلاں ولی غیب کی خبر دیتے تھے!

میں نے ان سے کہا: یہ قصے جھوٹے بھی ہو سکتے ہیں، یہ دلیل نہیں بن سکتے، خاص طور سے اس وقت جبکہ قرآن کے مخالف ہو، تم لوگ قرآن چھوڑ کر اسے کیسے قبول کرتے ہو!!

مگر وہ اس سے مطمئن نہیں ہوئے، بلکہ بعض غصہ سے چیخنے لگے، میں نے ان میں سے کسی کو آیت قبول کرنے والا نہیں پایا، بلکہ سب باطل پر متفق تھے، اور ان کی دلیلیں خرافاتی قصے تھے جو بے اصل تھے، میں مسجد سے نکل گیا، اور دوسرے دن ان کے ساتھ حاضر نہ ہوا، بلکہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر قرآن

پڑھنے لگا، بچوں کے ساتھ بیٹھنا میں نے اپنے لئے قرآن کے حافظوں کے ساتھ بیٹھنے سے جو عقیدہ واحکام میں قرآن کی مخالفت کرتے ہوں بہتر سمجھا، اور مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس قسم کے لوگوں کو دیکھے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے، کیونکہ اللہ تعالی کے فرمان کی پیروی اسی میں ہے: ﴿وَإِمّا يَنسِيَنّكَ الشّيطَانُ فَلا تَقعُد بَعدَ الذّكرَى مَعَ القَومِ الظّالِمِينَ﴾ الأنعام ٦٨۔

(اور اگر آپ کو شیطان بھلادے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں)۔

یہ ظالم اللہ کے ساتھ بندوں کو شریک کرتے ہیں جو ان کے گمان کے مطابق غیب جانتے ہیں، جبکہ اللہ تعالی اپنے رسول ﷺ کو خطاب کر کے حکم دے رہا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں: ﴿قُل لا أَملِكُ لِنَفسِي نَفعاً وَلا ضَراً إِلا مَاشَاءَ اللّهُ، وَلَو كُنتُ أَعلَمُ الغَيبَ لاستَكثَرتُ مِنَ الخَيرِ وَمَا مَسّنِيَ السُّوءُ إِن أَنَا إِلا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَومٍ يُؤمِنُونَ﴾ الأعراف:١٨٨۔

(آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو

ایمان رکھتے ہوں)۔

۳- میں اپنے گھر سے قریب والی مسجد میں نماز پڑھا کرتا تھا، مسجد کا امام مجھے جانتا تھا، اس نے دیکھا کہ میں اللہ کی وحدانیت اور غیر اللہ کو نہ پکارنے کی دعوت دے رہا ہوں، اس نے مجھے "الكافِي فِي الرد عَلى الوَهَابي "کتاب دی، اس کا مؤلف ایک صوفی ہے، میں نے شروع سے آخر تک اس کتاب کا مطالعہ بہ غور کیا، دیکھا کہ کتاب میں لکھتے ہیں: کچھ لوگ ایسے ہیں جو کسی چیز کے بارے میں کہتے ہیں "ہو جا" پس ہو جاتی ہے، اس جھوٹے قول سے مجھے بہت تعجب ہوا، کیونکہ یہ صرف اللہ کی صفت ہے، انسان تو ایک مکھی بھی پیدا کرنے سے عاجز ہے، بلکہ مکھی ان کا جو کھانا لے لے اسے لوٹانے کی بھی طاقت نہیں رکھتے، اللہ تعالی نے لوگوں کے لئے مثال بیان کرتے ہوئے مخلوقات کی کمزوری بیان کی ہے فرماتا ہے: ﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاستَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَن يَخلُقُوا ذُبَاباً وَلَو اجتَمِعُوا لَهُ وَإِن يَسلُبهُمُ الذُّبَابُ شَيئاً لا يَستَنقِذُوهُ مِنهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالمَطلُوب﴾ الحج:۷۳۔

(لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی

چھین کر لوٹا نہیں سکتے ، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے)۔

میں کتاب ان کے ایک ساتھی کے پاس لے گیا جس نے میرے ساتھ قرآن حفظ کیا تھا اور اس سے کہا: یہ شیخ دعوی کرتے ہیں کہ کچھ لوگ کسی چیز کے بارے میں کہتے ہیں ''ہو جا'' پس ہو جاتی ہے؟ تو کیا یہ صحیح ہے؟

اس نے کہا: ہاں۔ رسول اکرم ﷺ ثعلبہ کے بارے میں کہتے ہیں (ثعلبہ آجا) تو ثعلبہ موجود ہوتے ہیں!

میں نے کہا: کیا ثعلبہ معدوم تھے اور رسول اکرم ﷺ انہیں عدم سے وجود میں لے آئے ، یا غائب تھے ، اور آپ ان کے انتظار میں تھے ، وہ کچھ لیٹ ہو گئے تھے ، جب رسول اکرم ﷺ کو دور سے آتی ہوئی ایک شکل دکھائی دی تو آپ نے نیک فال لی اور فرمایا: (کن ثعلبۃ)، گویا آپ کہہ رہے تھے میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ آنے والا ثعلبہ ہو ، تاکہ لشکر روانہ ہو جائے اور مزید تاخیر نہ ہو ، اللہ نے آپ کی دعا قبول کی ، اور آنے والے ثعلبہ ہی ٹھہرے۔

اس پر وہ آدمی خاموش ہو گیا ، اور اس مؤلف شیخ کی بات کا بطلان اس نے سمجھ لیا ، ابھی تک وہ کتاب ان کے ساتھی کے پاس موجود ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ۔

فہرست

عناوین	صفحہ